مسلمان اور تاریخ نویسی

Historiography of Muslims

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Rasool Jafirian
Professor Rasool Jafarian
E-mail: mohsinkhalid53@gmail.com
Translate: Syed Abu Raza

Abstract:
This paper is a translation of the part of the case of Professor Rasool Jafarian's book "Hayat-e-Fikri wa Siyatiya Imamaman Shia" (Intellectual and Political Life of Shia Imams), in which the author of the book has written very comprehensively on the historiography of Muslims. In this paper, the historical mindset and historical legacy of Arabs before Islam, the importance of historiography among Muslims after the emergence of Islam, the attention of Muslim rulers on historiography, the effects of historical writings of other nations on Arabs, historiography among Muslims. Various genres, as well as Muslim biographies and biographies and historiography, are examined. While this paper highlights the history of Muslim historiography, it also provides the best approach for Muslim historians to work on history.

Keywords: Historiography, Muslim Historians, Rasool Jafarian, Hayat-e Fikri.

خلاصہ

یہ مقالہ استاد رسول جعفریان کی کتاب "حیاتِ فکری و سیاسی امامان شیعہ" (شیعہ ائمہ کی فکری، سیاسی زندگی) کے مقدمہ کے اُس حصے کا ترجمہ ہے جس میں مولف کتاب نے مسلمانوں کی تاریخ نگاری پر انتہائی جامع تحریر رقم فرمائی ہے۔ اس مقالے میں اسلام سے قبل عربوں کی تاریخی ذہنیت اور تاریخی میراث، ظہورِ اسلام کے بعد مسلمانوں کے ہاں تاریخ نگاری کی اہمیت، مسلمان حکمرانوں کی تاریخ نگارہ پر توجہ، عربوں پر دیگر اقوام کی تاریخی تحریروں کے اثرات، مسلمانوں کے ہاں تاریخ نگاری کی مختلف اقسام، نیز مسلمانوں کی سیرت نگاری اور سوانح نگاری اور تاریخ نگاری کی اقسام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جہاں یہ مقالہ مسلمانوں کی تاریخ نگاری کی تاریخ کو اجاگر کرتا ہے، وہاں یہ مسلمان تاریخ دانوں کے لئے تاریخ پر کام کرنے کی بہترین روش بھی فراہم کرتا ہے۔

کلیدی کلمات: تاریخ نویسی، مسلمان مورخین، رسول جعفریان، فکری وسیاسی زندگی، ائمہ۔

تعارف

استاد رسول جعفریان کا شمار عالمِ اسلام کے منجھے ہوئے تاریخ دانوں میں سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "حیاتِ فکری و سیاسی امامان شیعہ" (شیعہ ائمہ کی فکری، سیاسی زندگی) مقدمہ میں مسلمانوں کی تاریخ نگاری پر انتہائی جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ مقالہ اس کتاب کے اِسی حصے کا ترجمہ ہے جس میں مذکورہ بالا موضوع پر انتہائی پر مغز گفتگو کی گئی ہے۔ استاد رسول جعفریان کے مطابق مسلمانوں کی عظیم تاریخی میراث، اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان کے اندر تاریخ کے علم کو منوانے کے مضبوط عوامل اور سرچشمے موجود ہیں۔ مسلمانوں کے پسندیدہ علمی شعبہ جات پر تطبیقی نگاہ ڈالنے سے اس علم کی اہمیت کو دریافت کیا جاسکتا ہے اور یہ جانا جاسکتا ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن میں رائج علوم میں سے تاریخ کا شمار اہم ترین شعبہ جات میں ہوتا تھا۔ ہر قوم کے اندر بہت سارے انگیزے موجود ہوتے ہیں جو انہیں تاریخ لکھنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ ایسے عوامل اور انگیزے مسلمانوں کے درمیان بھی موجود تھے۔ ان کے علاوہ بیرونی طور پر بھی کچھ اسباب کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے جو مسلمانوں کی اس علم پر توجہ دینے میں مؤثر تھے۔

دورِ جاہلیت میں عربوں کی تاریخی میراث

عربوں کی تاریخی میراث ہر چیز سے بڑھ کر "ایام العرب" کے عنوان کے تحت درج ہوتی ہے۔ اس اصطلاح میں، "یوم" سے مراد وہ دن ہے جس میں کوئی اہم واقعہ وقوع پذیر ہوا ہو اور اس دن اور واقعہ کو تاریخی مقام حاصل

ہو گیا ہو۔اس لحاظ سے "یوم" اور "واقعہ" کا،"یوم صفین" یا "وَقعۃ صفین" میں ایک ہی معنی ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب ان دنوں کی یاد کو فراموش نہیں کرتے تھے اور زبانی طور پر ایک سے دوسری نسل تک منتقل کرتے تھے اور انہیں اپنی ادبی اور تفریحی محافل میں بیان کرتے تھے۔اس کے باوجود یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ ادبی کتب میں "دوران جاہلیت وایام العرب قبل الاسلام" کے بارے میں جو کچھ ہمارے لئے باقی ہے وہ سب دور جاہلی سے اسلامی دور میں زبانی روایات کی بنیاد پر منتقل ہوا ہے اور صرف آخری دور میں اسلامی تاریخ دانوں کے ذریعے اس کی تدوین عمل میں آئی ہے۔

ان ایام کو یاد رکھنا "بنیادی تاریخی ذہنیّت" ہے جو قوم عرب میں موجود تھی جس نے گذشتہ واقعات اور حالات کو ان کے لئے زندہ رکھا ہے۔ مسلمانوں میں موجود تاریخی شعور اور آگاہی میں ایام العرب کا وجود کتنا مؤثر تھا، اس بارے میں شک وتردید کا اظہار ہوا ہے۔ اس نقطہ نظر کے مطابق ایام العرب کی جانب توجہ زیادہ تر ادبیانہ پہلو سے تھی نہ کہ تاریخی پہلو سے، صرف وقت گزرنے کے ساتھ اور تاریخی عناصر کے شامل ہونے کی وجہ سے ان پر توجہ دی جانے لگی۔Franz Rosenthal نے لکھا ہے: اس قسم کی داستانوں کا بنیادی مقصد سننے والوں کو تفریح فراہم کرنا، وقت گزاری اور ان کے جذبات کی تسکین ہوتا تھا۔ چونکہ ایام العرب میں بڑے بڑے واقعات درج تھے اور اس طرح کے واقعات کو ایک خاص اخلاقی پہلو سے سمجھا اور دیکھا جاتا تھا، اس لحاظ سے ان میں تاریخی عناصر بھی موجود تھے، اگرچہ ان میں کوئی تسلسل دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ان کہانیوں کو تاریخی علت و معلول کے عنوان سے نہیں دیکھتے تھے اور بے وقتی ہی ان کا اصل جوہر ہے۔[1]

اس ضمن میں، یہ بات بھی نوٹ کی جانی چاہئے کہ اصولی طور پر، اسلامی تاریخ نگاری جو کہ جنگوں اور مختلف الجہات واقعات سے وابستہ مونوگراف ہے،اس میں زمانی عنصر کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔اس معاملے میں یہ عرب عہد سے نمایاں مشابہت رکھتی ہے۔لیکن یہ امر ایام العرب یا اس مونوگراف کی تاریخی اہمیت کو کم کرنے کا ہرگز سبب نہیں ہے؛اگرچہ اپنی جگہ پر یہ بات درست ہے کہ ایام العرب کا مواد زیادہ تر ادبی اور شجاعت وبہادری کا پہلو رکھتا تھا۔

ایک اور مصنف نے، عربوں میں تاریخ کے لئے کسی مخصوص اصطلاح کی عدم موجودگی کا حوالہ دیتے ہوئے عربوں میں تاریخی بیداری کے وجود کی بنیادی طور پر نفی کی ہے! وہ لکھتے ہیں: "ظاہر ہے، اسلام کی آمد سے قبل تاریخ کے لئے مناسب اور مخصوص الفاظ کے بغیر، انہیں تاریخ کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا... درحقیقت، عربی ایسے لوگ تھے جن کو تاریخ کا کوئی علم نہیں تھا۔ "لہٰذا مسلمان، اسلام سے قبل عربوں کی تاریخ سے متاثر نہیں ہو سکتے تھے تاکہ تاریخ نگاری کی روایت تخلیق کریں اور اسے عام کر سکیں۔"[2]

اس جملے میں کچھ انتہا پسندی نظر آتی ہے۔ تاہم، یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں میں تاریخ نگاری کی موجودہ شکل کو اس کے برابر نہیں قرار دیا جاسکتا جو تنزیوں درمیان عرب ایام کی شکل میں موجود تھا۔ لیکن بلا شبہ تاریخ پر توجہ دینے میں ایک عامل "ماضی کی طرف توجہ دینے والی روح" ہے۔اس طرح کی ماضی کی طرف توجہ کی ایام العرب میں واضح جھلک موجود ہے۔[3]

یہ کہنا چاہئے کہ اس نظریے کے برخلاف، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلامی تاریخ نگاری کی بنیاد اسلام سے پہلے کے عربوں، خاص طور پر یمنی عربوں کے مابین اس علم کی موجودگی میں ہے، اور کسی بھی طرح سے تاریخ اسلامی کا علم، حدیث سے اخذ شدہ نہیں ہے۔ حدیث سے تاریخ کے اخذ کا نظریہ بعض مستشرقین کا ہے جسے ڈاکٹر جواد علی نے ٹھکرادیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> طبری کے مصادر میں جو اس نے تحقیق کی ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تاریخ، حدیث سے زیادہ پرانا علم ہے۔ دور جاہلیت کی روایات کا بہت بڑا ذخیرہ داستانی رنگ کے غلبے کے باوجود اسلام سے قبل عربوں کی اس علم پر پوری توجہ کی دلیل ہے۔[4] علم انساب نیز اسی علم کا حصہ ہے جس کی گذشتہ عربوں میں موجودگی کا کسی طور پر بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ممکن ہے۔ اس رائے میں افراط موجب بنے کہ اس کے قائل کو قومی تعصّبات کا شکار گردانا جائے۔اس نکتہ پر توجہ بھی مفید ہے کہ ایام العرب کا مواد، اعراب جاہلی کی تاریخی بصیرت کو ظاہر کرتا تھا، قرآن نے ایام اللہ کی اصطلاح کو متعارف کراکے مذکورہ سوچ کا مقابلہ کیا۔ یہ طرز عمل ان دو اصطلاحوں کی تاریخ شناسی کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ علاوہ ازیں، ایام العرب کو اعراب جاہلی کی تاریخی میراث قرار دیا جاسکتا ہے۔ علم انساب کو بھی نچلے درجے کی اسی میراث میں شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ مسلمانوں کی تاریخ کی طرف توجہ کے مؤثر عوامل میں سے ہے (اگرچہ نسب کے قالب میں ہی سہی)۔[5]

قرآن کی تاریخی موضوعات پر گفتگو کے اثرات

بلا مقدمہ یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی علم تاریخ پر توجہ مرکوز کرنے میں قرآن مجید نے گہرا اثر چھوڑا ہے۔[6] قرآن نے نہ صرف خود تاریخی مواد کو پیش کیا ہے بلکہ مسلمانوں کو تاریخ کے مطالعہ کی ترغیب بھی دلائی ہے تاکہ ہدایت اور دینداری کے حصول میں اس علم سے وہ استفادہ کریں۔ یہ دونوں چیزیں تاریخ پر توجہ دینے میں مسلمانوں میں مذہبی محرک ایجاد کرنے میں کارآمد رہی ہیں۔ البتہ اس توجہ کا دائرہ وقایع کی تشخیص میں حق و باطل تک محدود تھا اور اس خاص قانون کی سمت میں تھا جسے قرآن نے انسان کی معاشرتی زندگی کے حوالے سے تاریخ میں پیش کیا تھا۔

اسلامی تواریخ کا مذہبی رنگ، خصوصاً انبیا پر انحصار اور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات پر مسلسل کام اسی سوچ و فکر سے متاثر ہے تاہم، وقت گزرنے کے ساتھ اور دیگر وجوہات کی بناء پر، مسلم تاریخی متون میں وسیع تاریخی موضوعات اٹھائے گئے۔ البتہ "عبرت" کا عنوان جو کہ قرآن کے تاریخی بیانات کے قالب میں موجود تھا، جس کی بنا پر بہت سے مواقع پر مسلمانوں نے غور و فکر سے کام لیا اور یوں تاریخ "تجارب الامم" کے عنوان سے پیش کی گئی۔ تاریخ انبیاء کے بارے میں قرآنی آیات کی تفسیر میں مسلمانوں کی دلچسپی، ان کی گذشتہ انبیاء کی تاریخ پر توجہ کا باعث بنی جس نے بعد میں انہیں اہل کتاب کی تاریخی نصوص کی طرف راغب کیا جس کا مسلم تاریخ نویسی کی ثقافت اور ان کی تاریخی کتب کے مواد اور مطالب پر بہت بڑا اثر ہوا۔

سنت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کی ضرورت

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ عربوں کے مابین تاریخی واقعات کی طرف کوئی خاص توجہ نہ تھی، تو ہمارے لئے اس بات کو قبول کرنا آسان ہے کہ محدثین کے بنیادی فرائض میں سے تھا کہ وہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل سے فقہ، اخلاق اور احادیث کے پرکھنے میں بہرہ مند ہونے کے لئے اسے محفوظ کریں۔ احادیث کی مختلف کتابیں جن میں احادیث کو جمع کیا گیا ہے خواہ وہ "مُسند" کی صورت میں ہوں یا "سنن" کی شکل میں یا پھر موضوعاتی ہوں، ان کا بہت بڑا حصہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر مشتمل ہے، جس کے نقل میں تمام دینی پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا تھا۔ یہ مجموعے ان روایات سے تشکیل پائے گئے جنہیں مسلمانوں نے دین شناسی کی ضرورت کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد بتدریج جمع کیا تھا۔

تاریخی نکات بیشتر فقہ کے ابواب میں احادیث کے نقل کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ "کتاب الجہاد" یا "کتاب السِیَر" (کتاب جہاد کے معنی میں) نزدیک ترین فقہی باب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی سے متعلق ہے۔ اس باب میں جنگوں کے فقہی احکام جاننے کی ضرورت کے تحت عمدہ طریقے سے تاریخی جنگوں کے امور بیان ہوئے ہیں۔ ابواسحاق فزاری کی کتاب السیر جو کہ چھپ چکی ہے، تاریخ پر محدثین کی توجہ کی غمازی کرتی ہے۔ چنانچہ محمد بن حسن شیبانی نے بھی کتاب السیر الکبیر لکھی ہے! کتاب السیر، کتب احادیث کے ان تمام مجموعوں میں ایک جزو کے طور پر مذکور ہے۔

رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایک ممتاز شخصیت کی حیثیت سے، مسلمانوں کے ذہنوں میں اپنے لئے ایک خاص تاریخی کردار تشکیل دے سکتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں کے لئے "اسوہ" کا عنوان، آپؐ کی زندگی کے بارے میں بغور مطالعہ کو لازم قرار دیتا ہے۔ اسی وجہ سے آج ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے بارے میں چھوٹی سے چھوٹی معلومات تک رسائی حاصل ہے، بعد کے ادوار میں دیگر اسلامی شخصیات کی زندگیوں کے بارے

میں وہی تفصیلات درج کرنے کے ساتھ ان کا موازنہ کرنا مسلمانوں کے درمیان ان کی تاریخ نگاری اور تاریخی اثر و رسوخ کو ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، اسلامی تاریخ میں نقش نگاری کا شعبہ کسی حد تک پہلی نسل کی طرف سے آنخضرتؐ کی شکل و صورت کا خاکہ بنانے کی کاوش سے اخذ ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سیرت کی کتب آنخضرتؐ کی ذاتی زندگی یا حتی کہ اسلام کی عمومی تاریخ تک محدود نہ رہیں بلکہ ان میں اصولی طور پر تاریخ پر تاریخ کے عنوان سے توجہ دی گئی اور تاریخی کتب کے ذخیرہ میں فراوان اضافہ کیا گیا۔

حکمرانوں کی تاریخ پر توجہ

جب انسانی معاشرے میں عام لوگ نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو تاریخ میں زندہ رکھنے میں دلچسپی لیتے ہیں تو یقیناً شہزادے، بادشاہ اور حکمران تاریخ میں خود کو زندہ رکھنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، کیوں کہ انہیں معاشرے پر اپنے اثرات زیادہ گہرے دکھائی دیتے ہیں اور وہ ان کو ماضی سے سیکھنے والے اسباق کی روشنی میں پائیدار بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کا ذکر ممتاز افراد کے طور پر کریں۔ اس کے علاوہ حکومت چلانے کے لئے، انہیں دوسروں کے تجربات کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے پسندیدہ دور کی تاریخ لکھوانے کے درپے ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آئندہ آنے والے لوگوں کے ذہنوں میں ان کا ایک مثبت تصور ابھرے اور ان کے بارے میں وہ اچھی رائے قائم کریں۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی ہی حکومت کے واقعات لکھنے پر توجہ دیتے ہیں۔ فطری طور پر، اپنی تاریخی حیثیت کو ثابت کرنے کے لئے، وہ تاریخ میں اپنی جڑیں زیادہ مضبوط اور اصلیت ظاہر ہونے کے لئے اپنے پسندیدہ ماضی پر بھی توجہ دیتے ہیں۔

اسلامی عہد کے حکمرانوں میں، امام علی علیہ السلام، تاریخ سے سبق سیکھنے کے بارے میں نہج البلاغہ میں دیے گئے بیانات کے مطابق، پہلے شخص ہیں جنہوں نے تاریخ پر سنجیدہ توجہ دی ہے۔ امام کا نقطہ نظر ماضی کو قرآنی زاویہ نگاہ سے سبق سیکھنے کے فریم ورک کے اندر صحیح سمت میں منتقل ہونے کے لئے استعمال کرنا ہے۔ آپؑ کے بعد معاویہ نے ماضی پر واضح طور پر توجہ دی اور اسے بروئے کار لایا۔ اس نے عبید بن شریہ سے کہا کہ وہ یمن کے بادشاہوں کے حالات تحریر کرے اور اس نے بھی "کتاب الملوک واخبار الماضیین" کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی۔[7] کہا گیا ہے کہ معاویہ اپنے اوقات میں سے کچھ حصہ تاریخ سننے کے لئے صرف کرتا تھا جو اسے کتابوں سے پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔[8] اسی طرح اس نے علم انساب کے ماہر دِغفَل سے کہا کہ وہ یزید کو علم انساب کی تعلیم دے۔[9] معاویہ کی عربوں کے ماضی سے دلچسپی زیادہ تر تفریح اور وقت گذاری کی بنا پر تھی اس طرح سے وہ اپنے تعلق کو دور جاہلی کی ثقافت سے قائم رکھنا چاہتا تھا اور اس سے مربوط رہنا چاہتا تھا۔

معاویہ کے بعد کے حکمرانوں میں سے عبد الملک، رسول خداﷺ کی سیرت کے متعلق کچھ جاننے میں دلچسپی رکھتا تھا اس بارے میں وہ عروۃ بن زبیر سے سوالات پوچھتا تھا اور معلومات لیتا تھا۔[10] سلیمان بن عبد الملک نے ابان بن عثمان بن عفان کو سیرت پیامبرﷺ کے بارے میں ایک کتاب لکھنے کے لئے کہا۔ اگرچہ بعد میں اس نے سیاسی وجوہات کی بنا پر جو کچھ وہ ضبط تحریر میں لایا تھا اسے ضائع کر دیا۔[11] اس سلسلے میں ابن اسحاق کا سیرت کی کتاب منصور عباسی کو پیش کرنا بھی قابل اہمیت ہے۔ سیرت بیان کرنے کے لئے ہارون کی واقدی سے درخواست بھی حکمرانوں کی تاریخ اور سیرت کی طرف توجہ اور مؤرخین کی حوصلہ افزائی کو ظاہر کرتی ہے۔[12]

دوسری اقوام کے مابین اسلام کی جغرافیائی حدود میں توسیع کے سبب حکمرانوں نے دوسرے بادشاہوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور اس طرح سے، تاریخ نگاری کے دائرہ کار میں وسعت پیدا ہو گئی۔ تاریخ کی طرف حکمرانوں کی توجہ اس قدر وسیع ہو گئی ہے کہ کچھ نے کہا ہے کہ " انساب اور تاریخی روایات کا علم بادشاہوں کا علم ہے۔"[13] اس طرح سے علم تاریخ کو بادشاہوں سے مخصوص سمجھا گیا ہے۔

ہم نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ امام علی علیہ السلام نے لوگوں کو اپنے خطبات میں قرآن کی تعلیمات اور عبرت حاصل کرنے کی بنیاد پر تاریخ کے مطالعہ کی پرزور دعوت دی ہے۔ امام علیہ السلام کی دعوت، قرآن کی مطالعہ تاریخ اور اس سے سبق سیکھنے کی دعوت کا ہی تسلسل تھا۔ تاریخ سے استفادہ اور تاریخی واقعات سے سبق لینے کی دعوت کے بارے میں امامؑ کے بیانات کا ایک مجموعہ اکٹھا کیا گیا ہے۔[14] یہاں پر ہم اس میں سے صرف ایک بیان نقل کرتے ہیں:

> تمہیں ان عذابوں سے ڈرنا چاہیے جو تم سے پہلی امتوں پر ان کی بد اعمالیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے نازل ہوئے اور اچھے اور برے حالات میں ان کے احوال وواردات کو پیش نظر رکھو اور اس امر سے خائف وترساں رہو کہ تم انہی کے جیسے نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی.بری) حالتوں پر غور کر لیا ہے تو پھر ہر اس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی وجہ سے عزت وبرتری نے ہر حال میں ان کا ساتھ دیا اور دشمن ان سے دور دور رہے اور عیش وسکون کے دامن ان پر پھیل گئے اور نعمتیں سرنگوں ہو کر ان کے ساتھ ہو لیں اور عزت وسرفرازی نے اپنے بندھن ان سے باندھ لئے۔ یہ کہ وہ افتراق سے بچے اور اتفاق ویکجہتی پر قائم رہے، اسی پر ایک دوسرے کو ابھارتے تھے اور اسی کی باہم سفارش کرتے تھے۔
>
> تم ہر اس امر سے بچ کر رہو کہ جس نے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا اور قوت وتوانائی کو ضعف سے بدل دیا، (اور وہ یہ تھا) کہ انہوں نے دلوں میں کینہ اور سینوں میں بغض رکھا، ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھیر لی اور باہمی تعاون سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور تم پر لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہل ایمان

کے وقائع و حالات میں غور و فکر کرو کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور جانکاہ مصیبتوں میں ان کی کیا حالت تھی، کیا وہ ساری کائنات سے زیادہ گرانبار، تمام لوگوں سے زاید مبتلائے تعب و مشقت اور دنیا جہان سے زیادہ تنگی وضیق کے عالم میں نہ تھے؟ کہ جنہیں دنیا کے فرعونوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انہیں سخت اذیتیں پہنچاتے اور تلخیوں کے گھونٹ پلاتے تھے اور ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ تباہی وہلاکت کی ذلتوں اور غلبہ و تسلط کی قہر سامانیوں میں گھرتے چلے جا رہے تھے۔

نہ انہیں بچاؤ کی کوئی تدبیر اور نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سوجھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں میں پوری کدوکاوش سے صبر کئے جا رہے ہیں اور میرے خوف سے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو ان کے لئے مصیبت و ابتلاء کی تنگنائے سے وسعت کی راہیں نکالیں اور ان کی ذلت کو عزت اور خوف و ہراس کو امن سے بدل دیا۔ چنانچہ وہ تخت فرمانروائی پر سلطان اور مسند ہدایت پر رہنما ہوئے اور انہیں امیدوں سے بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت و سرفرازی حاصل ہوئی۔

غور کرو! کہ جب ان کی جمیعتیں یکجا، خیالات یکسو اور دل یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں ایک دوسرے کی معین ومددگار تھیں اور ان کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے تو اس وقت ان کا عالم کیا تھا؟ کیا وہ اطراف زمین میں فرمانروا اور دنیا والوں کی گردنوں پر حکمران نہ تھے؟ اب تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھو کہ جب ان میں پھوٹ پڑ گئی، یکجہتی درہم برہم ہو گئی، ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات کے شاخسانے پھوٹ نکلے اور وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے اور الگ الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے تو ان کی نوبت یہاں تک آ گئی کہ اللہ سبحانہ نے ان کی عزت و بزرگی کا پیراہن اتار لیا اور نعمتوں کی آسائشیں ان سے چھین لیں اور تمہارے درمیان ان کے واقعات حکایتیں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت بن کر رہ گئیں۔[15]

عربوں پر دیگر قوموں کی تاریخی تحریروں کے اثرات

اسلامی تاریخ کی نگارش کی نشو ونما میں دیگر اقوام کے تاریخی متون کا مسلمانوں کے درمیان منتشر ہونا ایک مؤثر عامل تھا۔ یہ بات خاص طور پر ایرانی اور بازنطینی کتابوں کے بارے میں کی جاتی ہے؛ اگرچہ اس کی تاثیر کس قدر تھی، اس میں اختلاف نظر موجود ہے۔ اسلامی ادوار میں لکھی گئی عمومی تواریخ؛ جیسے تاریخ یعقوبی، دینوری کی اخبار الطوال، نیز مسعودی کی مروج الذہب اور تاریخ طبری کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں فارسی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تحریر میں بھی انہی کے اسلوب کی تقلید کی گئی ہے۔

ساوجیہ نے لکھا ہے:

تاریخ نگاری کی نشو ونما میں صرف ایرانی ساسانی نمونے اور کسی حد تک بازنطینی اور سریانی نمونے مؤثر واقع ہوئے ہیں، لیکن اس کی اصل شکل بنیادی طور پر عرب روایات اور اسلامی فکری ستونوں پر استوار ہے۔[16]

Franz Rosenthal نے تواریخ اسلامی کی نگارش میں خلفاؑ کے ادوار کے لحاظ سے وقائع نگاری کے اسلوب میں ایرانی تصنیفات کے اثر ورسوخ کو قبول کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

ایرانی تاریخ نگاری سے ان کے ابتدائی رابطے کے نتیجے میں، شاید مسلمان، حکمران خاندانوں کے مطابق تاریخی ادوار کو تقسیم کرنے کے وسیع اصول سے واقف ہو چکے تھے۔[17]

اس نے "وقایع نگاری کے اسلوب پر ایرانی تحریروں کے اثر و رسوخ کو قبول نہیں کیا، اور اسی طرح اس نے مسلمانوں کی یونانی اور بازنطینی تحریروں سے عدم واقفیت کی وجہ سے ان کے اثر ورسوخ سے بھی انکار کیا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ:

"کسی بھی اور کے تاریخی کام سے مسلم مصنفین کوئی خاص متاثر نہیں ہوئے، لیکن وقائع نگاری کی تنظیم وترتیب کی سوچ اور خیال مسلمان علماء کے اندر عیسائی سکالرز یا اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں سے روابط سے پیدا ہوا۔[18]

اس کے بعد اس نے مذکورہ مصادر کے اسلامی اسکالرز کی دسترس میں ہونے کے کچھ ثبوت کا حوالہ دیتے ہوئے یک بار پھر تاریخی واقعات کی روش نگارش میں ان تحریروں کے مسلمانوں پر اثر ورسوخ کی تردید کی ہے، کیونکہ یہ کسی بھی طرح سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ وہ معلومات ان تک اتنی جلدی پہنچ گئی ہوں کہ کہ ان کو وقائع نگاری میں متاثر کر سکیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

اس دراز مدت میں وہ تمام کتب جن کے متعلق واضح معلومات ہمارے پاس موجود ہیں ان کی بازگشت اس دور کی طرف ہوتی ہے جب اسلامی تاریخی تحریروں میں وقائع نگاری کی شکل وصورت ظاہر ہو چکی تھی۔[19]

البتہ ایرانی تاریخی آثار کی تاثیر گذاری اور تاثیر پذیری کے بارے میں مثبت رائے کا اظہار کرنا آسان ہے کیونکہ ایرانیوں کی تاریخ اور بالخصوص عملی اور حکومتی اخلاق کے موضوع پر تصنیفات مسلمانوں کے لئے دستیاب تھیں۔ ابن مقفع (م 144) نے کتاب "خدائی نامہ" کا ترجمہ کیا اور اس کا نام سیر الملوک رکھا۔ اسی طرح اس نے آئین نامہ، جو کہ ایک بڑی اور پرحجم کتاب تھی، کا ترجمہ بھی کیا۔ نیز اسحاق بن یزید نے اختیار نامہ جو سیرۃ الفرس کے

نام سے معروف تھی، کا ترجمہ کیا اور اسی طرح دیگر کتابیں۔[20] ان میں سے بعض تحریروں کا ہشام بن عبد الملک (م 124) کے لئے ترجمہ کیا گیا۔[21]

یہاں پر خاص طور پر مسلم تصینفات پر یہودی کتابوں (جو کہ غیر معمولی طور پر تاریخی پہلو کی حامل تھیں) کے اثرات کا اعتراف کیا جا سکتا ہے۔ کتاب المبتداء، جس میں عموماً خلقت کائنات، ہبوط آدم اور انبیاء کے قصے شامل ہیں، یہودیوں کی تقلید کے ساتھ ساتھ انبیاء کے بارے میں قرآن کی کچھ تاریخی آیات کی وضاحت کے لئے لکھی گئی تھی۔ ان تاریخی روایات کے سب سے اہم منبع کعب الاحبار اور وہب ابن منبہ تھے، جنہوں نے پچھلی امتوں کی خبروں کو مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر پھیلا دیا تھا۔

مسلمان تاریخ نگاری کی مختلف اقسام

تاریخی تصنیفات کی انواع و اقسام کے بارے میں، روزنتھل، گیب، الدوری، سواژہ اور دوسروں کی طرف سے مختلف تقسیم بندی پیش کی گئی ہے۔ تاریخی کتابوں اور تصانیف کے ناموں سے حاصل کردہ چیزوں کی بنیاد پر، مسلم تاریخی تصانیف کو کئی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

سیرت نگاری اور سوانح نگاری

یہ دو عنوان شاید چند پہلوؤں سے ایک دوسرے سے متفاوت ہوں، لیکن اصولی طور پر ایک ہی طرز نگارش کی بنیاد پر ضبط تحریر میں لائے جاتے ہیں مسلم بات یہ ہے کہ آسمانی مذاہب، ان میں نبوت کے عنصر کی موجودگی کے لحاظ سے، رسول اللہ ﷺ کو ایک اعلی مقام عطا کرتے ہیں۔ اس طرح کے زاویہ نگاہ نے "ایک شخص بطور شخص" اس کی خصوصیات کے ساتھ اہمیت کے نظریہ کو جنم دیا ہے۔

قرآن ایک ہی نظر میں گذشتہ اقوام کی، تاریخ کو ان کے پیغمبر اور اس کے نام کی بنیاد پر شناخت کراتا ہے۔ اس طریقہ کار میں قرآن دین کو اصلی محور سمجھنے کے ساتھ ساتھ انبیاء کی اہمیت کو بھی بتاتا ہے۔ لہٰذا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شروع ہی سے نبی کریم ﷺ کی سیرت اور ان کے حالات زندگی پر توجہ دی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے احوال زندگی، صفات، خصوصیات اور یادگار واقعات کو محفوظ کیا اور انہیں بیان کیا۔ بعد میں اس قسم کی سیرت نگاری خلفاء، بادشاہوں، علماء اور یہاں تک کہ دوسرے طبقات کی سوانح حیات کی شکل میں زیادہ عام ہو گئی۔

سوانح نگاری میں چونکہ زمانے کے عنصر کو زیادہ مد نظر نہیں رکھا جاتا، اس لئے یہ اصطلاحی معنوں میں تاریخ شمار نہیں ہوتی لیکن ایک لحاظ سے، یہ ایک اہم ترین تاریخی ماخذ ہے۔ جو کہ معاشرے کے افراد اور افراد کی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں نسبتاً وسیع آگاہی اور معلومات کو اپنے اندر لئے ہوتی ہے! یہ معلومات بیشتر مذہبی اور ثقافتی پہلوؤں سے قوموں کے سیاسی حالات اور اس میں تبدیلیوں کو سمجھنے میں کارآمد ہوتی ہیں۔

ایسا طریقہ مسلمانوں میں بڑے پیمانے پر استعمال ہوا ہے۔ متعدد فقہی اور کلامی مذاہب کے فقہاء اور علماء کی سوانح حیات پر ان گنت کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ محدثوں فلسفیوں، معالجوں اور حالیہ دور میں علماء اور سیاستدانوں کی انفرادی سوانح عمریوں سے لے کر بڑے اہم اور مفصل مجموعے لکھے گئے ہیں۔ اس قسم کے علمی آثار مخصوص کتاب شناسی کے متقاضی ہیں۔ موجودہ مضمون کی بنیاد صرف ایک خاص معنی میں تاریخی تصانیف کا جائزہ لینا تھی۔ تاہم ایسی کتابوں کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

ایک عام درجہ بندی کی لحاظ سے سوانح عمری کی کتابوں کو چند قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ان میں سے کچھ کتابیں پیغمبرﷺ کے اصحاب کی سوانح حیات سے مخصوص ہیں۔ ان میں سے چار مشہور کتابیں یہ ہیں: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبد البرّ (368- 463)، معرفۃ الصحابۃ، ابو نعیم اصفہانی (430)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابن اثیر (م 630)، اور الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر عسقلانی (م 852)۔
- بعض مصنفین نے شہروں کی تاریخ کی شکل میں شخصیات کی سوانح حیات کو قلمبند کیا ہے۔ جیسے: تاریخ بغداد، خطیب بغدادی (م 463)، تاریخ نیشابور، حاکم نیشابوری (اس کا اصل نسخہ مفقود ہو چکا ہے)، جو کہ اب السیاق کے ذیل میں تاریخ نیشابور ہے اور باقی ہے۔ تاریخ اصبہان، ابو نعیم (م 430)، طبقات المحدثین بأصبہان، ابوالشیخ عبد اللہ بن حیان (م 369)، التدوین فی اخبار قزوین، رافعی (چھٹی صدی)، اعلام النبلاء بتاریخ الحلب الشہباء، محمد راغب الطباخ الحلبی، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، ابن العدیم، تاریخ جرجان، ابوالقاسم حمزۃ بن یوسف سہمی (م 427)۔ ان میں سے مفصل ترین کتاب ابن عساکر (499- 571) کی تاریخ دمشق ہے جس کی اصل متن سے اب تک پچاس جلدیں شائع ہو چکی ہیں (بیروت، دارالفکر) اور ان کی مزید تعداد اسی تک پہنچ جائے گی۔ نیز ابن منظور کی مختصر تاریخ دمشق تیس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ (دمشق، دارالفکر المعاصر)
- ان میں سے بعض کتب تاریخ محدثین کے عنوان سے طبقات کی صورت میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں اہم ترین ابن سعد کی طبقات الکبری، خلیفۃ بن خیاط کی کتاب الطبقات اور ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ ہیں۔
- اس طرح کی بہت ساری کتب کسی خاص مذہب کے علماء سے مخصوص بھی ہیں جیسے: سبکی کی کتاب طبقات الشافعیہ ابن ابی یعلی کی طبقات الحنابلہ، تقی الدین بن عبد القادر تمیمی الداری حنفی (م 1005 یا 1010) کی الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ اور محیی الدین عبد القادر بن محمد قرشی حنفی (696- 775) کی الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ ہیں۔

- بعض مصنفین نے حروف تہجی کے اعتبار سے تمام بڑی اسلامی شخصیات کا تذکرہ کیا ہے جن میں فقہاء، محدثین، مورخین اور سیاستدان شامل ہیں۔ عظیم مجموعے یاقوت حموی کی معجم الادباء، ابن خلکان (608- 681) کی وفیات الاعیان، ذہبی کی سیر اعلام النبلاء، صفدی (م 764) کی الوافی بالوفیات اور ابن شاکر کتبی کی فوات الوفیات اسی قبیل کی کتب ہیں۔ انہی کے ساتھ ابونعیم اصفہانی (م 430) کی کتاب حلیۃ الاولیاء کا ذکر بھی کرنا چاہیے جس نے زاہدوں اور عارفوں کی ایک لمبی فہرست متعارف کرائی ہے۔
- بعض تصنیفات صرف شخصیات کے علم ودانش کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہیں اور ان کے تفصیلی حالات زندگی پر کم توجہ دی گئی ہے۔ درج ذیل کتب اس قسم سے تعلق رکھتی ہیں:

تاریخ یحیٰی بن مَعین، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، تاریخ الکبیر بخاری، الجرح والتعدیل ابوحاتم رازی، الثقات و المجروحین ابن حبان، تہذیب الکمال مزّی (654- 742)، الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی، میزان الاعتدال ذہبی، لسان المیزان ابن حجر (773- 852) اور ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب۔

- بعض نے نسب کہ جس کا یہاں پر معنی لقب ہے، کے عنوان کے تحت افراد کے تذکرے لکھے ہیں۔ جیسے: سمعانی کی کتاب الانساب یا ابن ماکولا کی کتاب الاکمال۔

شاید ان سب سے زیادہ مفید اور تفصیلی تاریخ کی وہ عمومی کتب ہیں جن میں ہر سال کے واقعات کے ضمن میں مرحومین کے تذکرے ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے افراد کا ذکر کسی عام سوانح عمری کے ماخذ میں نہیں ملتا۔ اس کی مثالیں ہم اپنے مقام پر پیش کریں گے۔

اہم امور اور واقعات میں مونو گراف

واقعات کی مونو گراف، تاریخی تحریروں کی ایک اور قسم ہے جسے مسلمانوں نے اہم اور قابل ذکر واقعات کو ریکارڈ کرنے میں استعمال کیا ہے۔ اس طرح کی تحریریں زیادہ تر حوادث سے بھرپور دنوں کے بارے میں ہیں اور اس لحاظ سے ایام العرب سے مشابہ ہیں۔ ایام العرب خون ریز جنگوں اور لڑائیوں سے عبارت تھا۔ اس لحاظ سے واقعات سے بھرپور تھا۔ یہ طرز نگارش اندرونی طور پر کسی ایک واقعہ کی خبروں سے مرکب ہوتا ہے اور اسے تاریخ نگاری کا سب سے پہلا اسلوب قرار دیا جا سکتا ہے جو مسلمانوں کے درمیان مستعمل ہوا۔ بعد میں عمومی تواریخ اس مونو گراف سے ملحق ہو کر وجود میں آئیں۔

ان مونو گراف میں ترتیب ان واقعات پر مبنی ہے ان کے نتیجے میں بڑا واقعہ اور حادثہ پیش آیا تھا اس طرح سے کہ واقعہ کو بیان کرنے میں اس واقعہ کے اندرونی چھوٹے چھوٹے واقعات کی ترتیب کا صرف خیال رکھا گیا۔ ابومخنف، ہشام کلبی اور مدائنی کا شمار ان مؤرخین میں ہوتا ہے جن کی بیشتر مونو گراف تصنیفات مذکورہ اسلوب پر لکھی گئی

ہیں۔ ابو مخنف کی بعض کتابوں کے عناوین یوں ہیں: کتاب الجمل، کتاب صفین، کتاب الشوری، مقتل عثمان، مقتل حجر بن عدی، وفاۃ معاویہ وولایۃ ابنہ یزید، وقصۃ الحرۃ وحصار ابن الزبیر و...[22]

بہت سارے موارد میں اور شاید مذکورہ بالا صورت میں مونو گراف کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے کہ انہیں منظّم کرکے جوڑا جائے تو ایک طویل دور پر مشتمل کئی جلدوں کی کتاب بن جائے گی۔

مونو گراف کا تعلق نہ صرف فوجی اور سیاسی واقعات سے تھا، بلکہ معاشرتی امور، جو تاریخی و معاشرتی نقطہ نظر سے مورخ کے لئے دلچسپی کا باعث بن سکتے تھے، اُن کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ بدقسمتی سے، ان میں سے بہت سے آثار ضائع ہو چکے ہیں۔ اس قسم کی کتابوں کی مندرجہ ذیل مثالیں دی جا سکتی ہیں:

کتاب المُعَمَّرِین؛ یعنی لمبی عمر پانے والوں کا تعارف۔ کتاب المَثالب؛ یعنی قبائل اور افراد کی برائیاں۔ کتاب الاوائل؛ یعنی ابتدائی کام کن لوگوں کے ہاتھوں انجام پائے۔ کتاب اسواق العرب؛ یعنی عربوں کے بازار۔ کتاب المؤدوات یعنی زندہ درگور کی جانے والی لڑکیاں۔ کتاب فخر الکوفۃ علی البصرہ، یعنی کوفہ کی بصرہ پر برتری۔ کتاب اسماء بغایا قریش فی الجاہلیۃ و من وَلَدنَ؛ یعنی قریش کی بدنام زمانہ عورتیں اور ان کی اولادیں۔ کتاب من تزوّج من الموالی فی العرب؛ یعنی عربی عورتوں سے شادی کرنے والے عجمی وغیرہ...

یہ کچھ عظیم مونو گراف مورخین، جیسے ہشام کلبی، مداینی، اور دیگر کی لکھی گئی کتابوں کی مثالیں ہیں۔ اگرچہ ان تحریروں سے تاریخی متون میں استفادہ کیا گیا ہے، لیکن ادبی کتابوں نے ان سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ابتدا میں تاریخی معلومات "خبر اور حدیث" کی شکل میں تھیں۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے روزینتھل مونو گراف کو روایات کے اندراج کی آخری شکل سمجھتا ہے۔ اگلا قدم وقائع نگاری ہے۔[23]

عمومی اور تقویم کے لحاظ سے تاریخ نویسی

اگر ہم صرف انہی نگارشات کو تاریخ سمجھیں جو زمانے کے اعتبار سے لکھی گئی ہیں تو پھر ہمیں دیگر تاریخ کی مانند تصنیفات کو مذکورہ قسم کا مقدمہ یا حاشیہ قرار دینا چاہیے۔ سالوں کی بنیاد پر تاریخ لکھنے پر، مغازی اور سیرت نگاری میں کسی حد تک توجہ دی گئی ہے؛ کیونکہ سیرت میں نبی اکرم ﷺ سے مربوط واقعات کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جنگوں کے اوقات کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔[24] خلفاء کی سوانح حیات لکھنا اور ان کے دور کے واقعات کو قلمبند کرنا «وقت اور تقویم» سے زیادہ استفادہ کرنے کی ضرورت کا تقاضا کرتا ہے۔

دوسری صدی میں اس قسم کی تصنیفات بہت ہی کم پائی جاتی ہیں آج جو کچھ موجود ہے وہ تیسری صدی کے بعد سے لکھا گیا ہے۔ ان میں بعض کتابوں میں سیر زمانی کو پیش نظر رکھنے کے باوجود واقعات کو سالوں کی بنیاد پر بیان نہیں کیا گیا۔ جیسے تاریخ یعقوبی، مسعودی اور دینوری ہیں۔ ان کتابوں میں خصوصاً انبیاء اور بادشاہوں کی تاریخ میں

یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں رائج عمومی سیر زمانی کو استعمال کیا گیا ہے۔[25] اس کے بعد اہم ترین واقعات کو ہر فصل کی ابتداء کے عنوان سے کتابوں میں درج کیا گیا ہے۔ طبری نے سالوں کی بنیاد پر اسلامی واقعات کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح خلیفۃ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اور فَسَوی نے المعرفۃ والتاریخ، میں سالوں کی بنیاد پر واقعات کو بیان کیا ہے۔ بد قسمتی سے آخر الذکر کتاب امویوں کے دور کے خاتمہ تک مفقود ہو چکی تھی۔ کہا گیا ہے کہ ہیثم بن عدی (م 207) کی کتاب تاریخ کیلنڈر کے حساب سے تھی۔ کیلنڈر کے مطابق تاریخ نگاری کا انداز مسلمانوں میں مقبول ترین صورت میں باقی اور رائج رہا۔ ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں، ابن اثیر نے الکامل میں، ابن کثیر نے البدایۃ والنہایہ میں اور بہت سارے دیگر مورخین نے اسی اسلوب کو اپنایا ہے۔ اس کتاب میں ہماری بحث کا مرکزی موضوع ایسی کتابوں کا جائزہ لینا ہے، جن پر ہم ذیل میں تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

*****

References

1. *Tarikh Nagari Dar Islam*, Vol. 1 32-33.

تاریخ تاریخنگاری در اسلام، ج1، 32-33۔

2. *Tarikh Pholspha Dar Islam*, Vol. 3, 296.

تاریخ فلسفہ در اسلام، ج3، 296۔

3۔ احسان عباس نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جنگوں اور غزوات کی جانب توجہ اور آغاز میں سیرت کی طرف توجہ ایام العرب کے نظریے سے ہی اخذ شدہ ہے البتہ اسلامی خطوط پر؛ نک: فن السیرہ،، 13۔

4. *Mowarad Tarikh al-Tabri*, Bakh Nakhasat, 157-158.

موارد تاریخ الطبری، بخش نخست، 157-158۔

5. *Tarikh Nagari Dar Islam*, 13-32.

تاریخ تاریخنگاری در اسلام، 13و32۔

6. Ibid, 39.

ایضاً، 39۔

7 . *Fariset*, 102.

الفہرست، 102۔

8. *Maruj al-Zahab*, Vol. 2, 72; ba Naqal az: *Al-Tarikh al-Arabi wa al-mowrkhon*, Vol. 1, 124.

مروج الذہب، ج2، 72 بہ نقل از؛ التاریخ العربی والموٴرخون، ج1، 124۔

9. *Al-Tarikh al-Arabi wa al-mowrkhon*, 136.

التاریخ العربی والموٴرخون، 136۔

10. *Al-Maghazi al-Awali wa Mowalfoha*, 21-20.

المغازی الاولی وموٴلفوہا، 21-20۔

11. *Al-Mofaqiyaat*, 332-333.

الموفقیات، 333-332۔

12. *Al-Maghazi al-Awali wa Mowalfoha*, 102; *Tabqaat al-Kubrah*, Vol. 5, 315.

المغازی الاولی وموٴلفوہا، 102؛ طبقات الکبری، ج5، 315۔

13. *Al-Muzhar*, Vol. 1, 357.

المزہر، ج1، 357۔

14. Muhammad Mehdi Shams al-Din, Harkata al-Tarikh Indal Imam Ali (a.s), Intasharaat Bunyad Nahj al-Balaghah.

محمد مہدی شمس الدین، حرکۃ التاریخ عند الامام علی علیہ السلام، انتشارات بنیاد نہج البلاغہ۔

15. *Nahj al-Balaghah*, Tarjma Ustad Shaidi, 218-219.

نہج البلاغہ، ترجمہ استاد شہیدی، 219-218۔

16. Madakhal Tarikh Sharq Islami, 29.

مدخل تاریخ شرق اسلامی، 29۔

17. *Tarikh Nagari Dar Islam*, 106.

تاریخ تاریخنگاری در اسلام، 106۔

18. Ibid, Vol.1, 92-94.

ایضاً، ج1، 94-92۔

19. Ibid, 106.

ایضاً، 106۔

20. *Al-Tarikh al-Arabi wa al-mowrkhon*, Vol. 1, 143-148.

التاریخ العربی والموٴرخون، ج1، 148-143۔

21. Daira al-Mahrif al-Islamia, Vol. 4, 487.

دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، ج4، 487۔

22. *Fariset*, 102.

الفہرست، 105۔

23. *Tarikh Nagari Dar Islam*, 85.

تاریخ تاریخنگاری در اسلام، 85۔

24۔ واقدی تاریخ غزوات را بر پایہ شمارش ماہہایی کہ از ہجرت گذشتہ، معین می کند۔

25. *Mowarad Tarikh al-Tabri*, Bakh Nakhasat, 173.

موارد تاریخ الطبری، بخش نخست، 173۔